# فاتحہ کا ثبوت

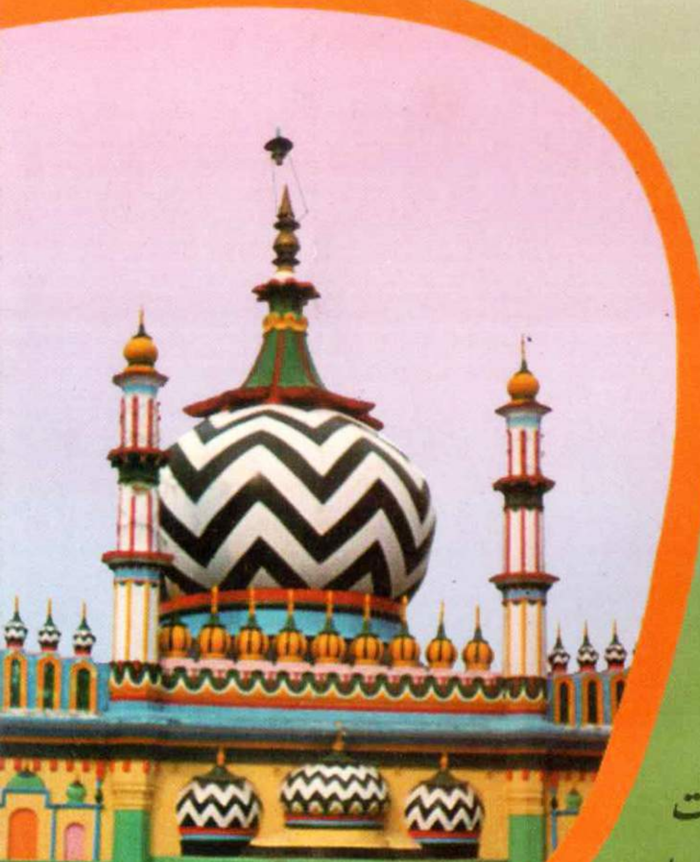

نر : اعلیحضرت امام اہلسنّت
الشاہ احمد رضا رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ناشر: رضا اکیڈمی ممبئی

سلسلۂ اشاعت ۱۴۶

سنِ اشاعت ۱۴۱۸ھ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھروں کو آگ سے بچاؤ۔ (قرآن)

از اعلیحضرت شاہ احمد رضاخاں بریلوی قدس سرہٗ

عرس اور چالیسویں وغیرہ کا دن مقرر کرنا اور ایصالِ ثواب جائز ہے، وفات کے بعد ارواح اپنے گھر آکر صدقات وخیرات کا سوال کرتی ہیں ــــ اِن دو مسئلوں کی تفصیل دو رسالوں میں ملاحظہ ہو۔

# الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ

مع ترجمہ

## بینۂ واضحہ در بیان حسن تعیین وفاتحہ

# اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح

تصنیف

اعلیحضرت امام اہلِ سُنّت مجدد دین وملّت

مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالٰی عنہ

بفیضِ حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفٰے رضا قادری نوری رضی اللہ تعالٰی عنہ

رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳

فون: ۳۷۰۲۲۹۶

# آسمانِ اہلِ سنت کا درخشاں آفتاب

اعلیٰحضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، عرب و عجم کے اہل علم و فضل نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدّد برحق تسلیم کیا ہے آپ کی عظمت و جلالت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے پچاس علوم و فنون میں تصنیف فرمائیں اور آپ کی صلاحیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام علوم مروّجہ کی اپنے والد ماجد امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں قدس سرّہ سے تکمیل کر کے مسند تدریس و افتاء پر فائز ہو گئے اور تمام عمر خدمتِ دین میں صرف کر دی آپ کی زندگی کا واحد نصب العین نبی اکرم، سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت شان سے لوگوں کا آگاہ کرنا تھا۔ ؎

گم شُد رضا ئیش در رضائے مصطفےٰ ۔۔۔ زاں سبب شد نامِ او احمد رضا

آپ کے شب و روز حُبِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی سرشاری میں گزرتے آپ کا مطمع نظر یہ تھا کہ تمام مسلمان اپنے آقا و مولیٰ کی محبت کی کیف و مستی میں ڈوب جائیں تاکہ صحیح معنوں میں مسلمان بن سکیں اور انھیں راہِ شریعت پر ثابت قدمی نصیب ہو اور کفر و ضلالت و بد مذہبی کی مہیب گھاٹیوں سے کلیتہً دور ہو جائیں حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرّہٗ نے ایک دفعہ عرض کی کہ آپ اپنی تحریریں اتنی شدّت نہ استعمال فرمایا کریں تاکہ ہر شخص ان سے فائدہ حاصل کر سکے آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا مولانا اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو میں شان رسالت کے گستاخوں کا سر قلم کر دیتا چونکہ ایسا اختیار میرے پاس نہیں اس لیے میں پوری شدت سے اپنے قلم کو استعمال کرتا ہوں تاکہ وہ لوگ اس طرف سے ہٹ کر مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنالیں۔ اتنی دیر تو میرے آقا و مولا کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے۔ اسی طرح جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا۔

فان ابی و والدتی و عرضی ۔۔۔ لعرض محمد منکم وقاء

(میرے والدین، میری عزت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لیے ڈھال ہے)

آپ نے ایک ہزار سے زائد قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں سے ہم ایصالِ ثواب کے لیے

دن مقرر کرنے کے بارے میں " الجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ" مع ترجمہ اور موت کے بعد ارواح کے اپنے گھروں میں آنے کے متعلق "اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح" ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس سعادت کے حصول کا ایماء جناب صاحبزادہ حضرت صدر الشریعہ مولانا بہاء المصطفیٰ قادری نے کیا اور قادری بکڈپو نے اس کے طبع کرانے کا اہتمام کیا ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا،

اعلیحضرت کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی آخر آپ عرصہ تک شریعت وطریقت کے متوالوں کو قرآن وحدیث کا شربت جانفزا پلاتے ہوئے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعۂ مبارک کے دن ادھر مؤذن نے حیّ علی الفلاح" کہا ادھر آپ اپنے رب قدیر کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

# قاضی عبدالرحیم بستوی

دارالافتاء منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی شریف

ھدیۂ عقیدت بحضور " **امام احمد رضا** " قدس سرہ العزیز

از جناب نشتر درانی رام پوری ہری پورہ ۔ ہزارہ

زہے کہ نطق ہے آسودہ بیانِ رضا
خوشا کہ کیفیتِ منفرد سے پُر ہے فضا
جوابِ قوس قزح جس کے در کا ہر ذرّہ
مہک فروز ہیں گلہائے گلستانِ رضا

مرد حق مردِ باوفائے رسول
ہے رضائے رضا رضائے رسول
سارے عالم کو اُس نے درس دیا
مُہرِ ایماں ہے خاکپائے رسول

خدا کے دین وشریعت کا گوہرِ نایاب
زمانہ پیش نہیں کر سکا ہے جس کا جواب
وہ علم وحکمت ودانش کے آسماں کا شہاب
وہ جس کے روبرو شرمندہ کفر کا مہتاب

رموزِ علمِ شریعت کا رازدار رضا
عروسِ دین کا گوسوئے تابدار رضا
رسول پاک کی سنت کا پاسدار رضا
رضائے قدرت وقدرت کا شاہکار رضا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

**استفتاء:** تیجا، دسواں، چالیسواں، ششماہی اور سالانہ (ایصالِ ثواب) دیارِ ہند میں جو مروج ہے اُسے بعض علماء بدعتِ قبیحہ اور مکروہ کہتے ہیں۔ اور کئی اقوال اس کی درستی پر دال ہیں عام لوگ مردوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کھانے پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اسے علماء ظاہر غیر مقلد فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ زمانہ نبوی صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں نہ تھا۔ لہٰذا بزرگان دین کی نیاز (ایصالِ ثواب) کا طعام اور شیرینی مردار کی طرح ہے۔ بنابریں شریعت کا جو حکم واجب التعمیل ہو سندِ کتاب سے بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مختصراً اس مسئلے میں حرف آخر یہ ہے کہ ایصالِ ثواب اور اموات کو ہدیۂ اجر پہنچانا تمام اہل سنت و جماعت کے اتفاق سے پسندیدہ اور شریعت میں مستحب ہے حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوات من الملک الجبار سے بہت سی حدیثیں اس کارِ خیر کی تصویب و ترغیب میں وارد ہوئی ہیں۔ امام علام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے

---

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

**استفتاء:** سوم و دہم و چہلم و شش ماہی و سالیانہ کہ دریں دیارِ ہند مروج است و را بعض علماء بدعتِ شنیعہ، مکروہ گویند و اقوال چند بر درستیٔ او ست و طعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند و بر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث، فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند ایں طریقہ در زمانۂ نبوی و اصحاب کبار مصطفوی و تابعین و اتباع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام و شیرینی کہ نیاز بزرگانِ دین است مثل مردار پس دریں مسئلہ ہر چہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمائند بسندِ کتاب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قول فیصل و سخن مجمل دریں باب آنست کہ ایصالِ ثواب و ہدیۂ اجر باموات باجماع کافۂ اہلسنت و جماعت امریست مرغوب و در شرع مندوب احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ

شرح الصدور میں علامہ فاضل ملا علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دیگر ائمہ نے دیگر کتب میں اُن میں سے کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں، بے شک اس کار خیر کا انکار بے وقوف جاہل کرسکتا ہے یا پھر گمراہ اور باطل پرست۔ اس دور کے اہل بدعت (امور خیر کے منکر) جن میں مخفی طور پر خون اعتزال جوش زن ہے معتزلہ کی نیابت اور وکالت میں ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں اور اہل سنت کے اجماع یقینی کا یکسر انکار کردیتے ہیں۔ پھر (یہ بھی پیش نظر رہے) کہ بہت سی حدیثوں کی روشنی میں یہ امر ثابت ہے اور اسی کو جمہور ائمہ نے صحیح ومعتمد قرار دیا ہے کہ ثواب کا پہنچنا عبادات مالیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عبادات مالیہ اور بدنیہ دونوں کو شامل ہے۔ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے۔ بہت سے شافعی محقق اسی کے قائل ہیں۔ اسی پر اکثر علماء ہیں اور یہی صحیح اور راجح ومنصور ہے پھر (یہ بھی تو دیکھیے) کہ قرآن مجید کو پڑھنا اور صدقہ کرنا او ان دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچانا اس میں یہی تو ہے کہ ایک اچھے کام کو دوسرے اچھے کام سے اور ایک مستحب کو دوسرے مستحب سے جمع کردیا گیا ہے اور ہرگز ان میں سے ایک دوسرے کو منافی نہیں جیسے کہ نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا اور نہ ہی شریعت نے ان دونوں کے جمع کرنے سے منع کیا ہے جیسا کہ رکوع وسجود میں

---

من الملک الجبار و ترغیب و تصویب این کار وارد شد امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر و امام علامہ فخرالدین زیلعی در نصب الرایہ و امام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور و فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی از انہا پرداختہ اند۔ وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مبطل، مبتدعان زمانہ را کہ خون پنہاں معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت و تخصیص وکالت اہدائے ثواب را انکار کنند و پیش خویش اجماع قطعی اہل سنت را برہم زنند۔ باز بشہادت احادیث کثیرہ و جزم و تصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ و بدنیہ ہر دو را عام ہمیں است مذہب ائمہ حنفیہ و برین اند بسیارے از محققین شافعیہ و علیہ الجمہور و ہو الصحیح الرجیح المنصور، یا نہ اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند و ہم تصدق کنند و ثواب ہر دو بمسلماناں رسانند نیست، مگر جمع حسن باحسن و مندوب با مندوب و زنہار یکے بادیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ نہ شرع بانکار ایں جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرہ عقل بیروں رفتن است امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس

قرآن مجید پڑھنے سے لہٰذا ان (دو اچھے کاموں کے جمع کرنے) کو ممنوع کہنا دائرہ عقل و خرد سے باہر جانے کے برابر ہے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ "جب ایک ایک کام حرام نہیں تو مجموع کیوں حرام ہوگا" اسی میں ہے کہ "چند مباح جمع ہو جائیں تو مجموع بھی مباح رہے گا" اس نفیس قاعدے کی تحقیق، امام المدققین خاتم المحققین حضرت والد مولانا نقی علی خاں صاحب قدس سرہٗ الماجد نے کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں فرمائی ہے اور یہ مطلب صحیح حدیثوں سے استنباط فرمایا ہے جو چاہے اس کے مطالعے کا شرف حاصل کرے خود منع کرنے والے فرقہ کے امام اول مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک کلام مجید اور طعام کے اجتماع کی خوبی مقبول و مسلّم ہے صراطِ مستقیم میں اس طرح راہِ تسلیم و اعتراف پر چلتے ہیں "جب میّت کو نفع پہنچانا ہی مقصود ہے تو کھانا کھلانے پر توقف نہیں ہونا چاہیے اگر میسر ہو تو بہتر ہے ورنہ سورۂ فاتحہ اور اخلاص کا ثواب نہایت بہتر ہے" اس میں شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ رب الارباب جل وعلا کے دربار میں دعا ہی ہے۔ امام الطائفہ صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں "مسلمان جو عبادت ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گذرے ہوئے کی روح کو پہنچا دے اور ثواب پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی میں دعائے خیر ہے یہ بھی یقیناً بہتر اور خوب ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے حصن حصین

---

سرہ العالی در احیاء فرماید اذا لم یحرم الاحاد فمن این یحرم المجموع و ہمدر انست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذالک المجموع مباحًا تمام تحصیل ایں حاصل انیق امام المدققین خاتم المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد در کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" ارشاد فرمودہ اند و ایں معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ من شاء فلیتشرف بمطالعتہ۔ وخود معلم اول طائفہ مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی را خوبی ایں اجتماع قرآن و طعام مقبول و مسلم است در صراطِ مستقیم چناں راہِ اعتراف و تسلیم پوید" ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر است والا ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا رست اھ" و شک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب است جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراطِ مستقیم گوید" ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے از گزشتگان برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجنابِ الٰہی است پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن است" و دست برداشتن از آداب مطلق دعا است در حصن حصین"

میں فرماتے ہیں " اداب الدعاء منہا بسط الیدین ت مس ود فعہا " یعنی صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا آداب دعا سے ہے۔ ہمارے ائمہ و علماء کا کیا پوچھتے ہو خود طائفہ منکرین کا امام ثانی (مولوی محمد اسحٰق) "مسائل اربعین" میں کہتا ہے کہ تعزیت کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں مطلقاً دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت ہے لہٰذا اس وقت بھی مضائقہ نہ ہوگا لیکن بالخصوص تعزیت کے وقت دُعا کے لیے ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے۔ دیکھیے بالخصوص (تعزیت کے وقت دعا کے لیے) ہاتھ اٹھانے کو غیر منقول کہا لیکن مطلق دُعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی حدیث) سے جواز کی تائید کی اور کہا کہ اس طرح کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں الحاصل ان امور سے ہرگز کوئی ایسا امر نہیں جو شریعت مطہرہ میں ناپسندیدہ ہو محض کسی امر کے خصوصی طور پر (حدیث شریف میں) وارد نہ ہونے کو مطلقاً ممنوع ہونے کی دلیل جاننا واضح غلطی اور جہالت ہے فقیر نے بفضلہٖ تعالیٰ اس بحث کو مجموعہ مبارکہ "البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ" میں بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علمائے اہلِ سنّت نے ان دعویداروں کو بارہا گھر تک پہنچایا اور خاکِ ذلت پر بٹھایا ہے تفصیل اور طوالت کی ضرورت نہیں لیکن . . . . . . امام الطائفہ (اوّل) نے عدم ورود کو تسلیم کرنے کے باوجود اس مسئلے

---

فرماید "اداب الدعاء منہا بسط الیدین ت مس ود فعہا" یعنی ہر دو دست برداشتن بحکمِ حدیث صحاح ستہ از آداب دعا است و از ہمہ و علمائے ما چہ گوئی خود معلم ثانی . . . . . منکرین در مسائل اربعین گوید " دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیرا کہ حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ ندارد و لیکن تخصیص آں برائے دُعا وقت تعزیت ماثور نیست اھ" ببینید با آنکہ خصوصیت را غیر ماثور گفت اما بدلیل اطلاق استظہار جواز کرد و در فعل اُو ہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد و مجرد عدمِ ورود خصوصیات را مطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح و جہلے فاضح فقیر بعون القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ روشن تر گفتہ ام و علمائے سنت بارہا ایں مدعیان را تا خانہ رسانده و برخاک مذلت نشانده اند حاجت تفصیل و تطویل نیست اما آنچہ امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفتہ است شنیدن دارد در تقریر ذبیحہ مطبوعہ رسالہ زبدۃ النصائح

ف: امام منکرین کی اپنے پیروان کے خلاف گواہی

ہیں جو کچھ کہا ہے سننے سے تعلق رکھتا ہے رسالہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں تقریبر زبیجہ میں کہتے ہیں" کنواں کھودنے اور ایسی ہی دوسری چیزوں اور دعا و استغفار و قربانی کے علاوہ قرآن خوانی فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانے کے تمام طریقے بدعت ہیں گو بالخصوص بدعت حسنہ ہیں جیسے عید کے دن معانقہ کرنا اور صبح یا عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اھ" طائفہ (منکرین) کو اپنے امام سے پوچھنا چاہیے کہ آپ ..... ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت و محدث جاننے کے باوجود "حسنہ" کس طرح کہتے ہو اور طائفہ (وہابیہ) کے خلاف راستہ کیسے اختیار کرتے ہو پھر عید کے دن معانقے کا ذکر تو اور بھی دشوار ہے ہاں اس امام کی تلون مزاجی کی وجہ ہی سے ان کے متبعین کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور معلمِ ثانی (وہابیہ) کا کلام ابھی گذرا ہے کہ اس نے خصوصیت کے وارد نہ ہونے کے باوجود مضائقہ نہ جانا۔

ف: اکابر منکرین کی شہادت سے اثبات مطلب

اب ہم امام الطائفہ کے اکابر و معتمدین و اساتذہ و مشائخ سے چند اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ بیباک روجان لیں کہ شریعت کے منع کیے بغیر "فاتحہ" کو حرام کہنا اور فاتحہ کے طعام" بزرگانِ دین قدست اسرارہم کی نیاز کی شیرینی کو حرام و مردار کہنا کیسی سزائیں چکھتا ہے اور کیسے بُرے دن دکھاتا ہے شاہ ولی اللہ

---

می گوید" ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خوراینده سوائے کندن چاہ و امثالہ و دعا و استغفار و اضحیہ بدعت است۔ گو بدعت حسنہ بالخصوص ست مثل معانقہ روز عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر اھ" ارباب طائفہ امام خود شاں پرسند کہ باآنکہ ایں طریقہ ہا را عموماً و فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت و محدث میدانی چہ گونہ حسنہ میگوئی و خلافت طائفہ راہ می پوئی باز ذکر معانقہ عید سنگ آمدہ سخت آمد آرے تلون ایں امام متبعانش را کار بجاں و کار باستخواں رساندہ است ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم و کلام معلم ثانی حالا گذشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ نہ دانست۔

اکنوں آمدیم برنقل چند اقوال دیگر از کبرا، دعائد و اساتذہ و مشائخ امام الطائفہ تا بیباک رواں دانند کہ بے منع شرع بتحریم فاتحہ زبان کشودن و طعام و فاتحہ و شیرینی نیاز بزرگان، قدست اسرارہم را حرام و مردار گفتن چہ کیفرہا کہ نمی چشاند و کدام بد روز نمی نشاند۔ شاہ ولی اللہ

انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے:۔
(ایک دفعہ) حضرت رسالت پناہ کی رحلت کے دنوں میں کوئی چیز میسر نہ ہوئی کہ کھانا پکا کر آپ کی نیاز دی جا سکے میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ بطور نیاز دیا الخ" "درثمین فی مبشرات النبی الامین" میں اسی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں بائیسویں[۲۲] حدیث مجھے میرے والد ماجد نے بتایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ثواب پیش کرنے کے لیے کھانا پکایا کرتا تھا ایک سال مجھے کھانا تیار کرنے کے لیے کچھ نہ ملا صرف بھُنے ہوئے چنے ملے میں نے وہی لوگوں میں تقسیم کر دیے میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شادمان و فرحاں دیکھا آپ کے سامنے وہی چنے تھے"۔ یہی شاہ صاحب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں لکھتے ہیں کہ کچھ شیرینی پر عموماً خواجگان چشت کے نام فاتحہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے حاجت کی دعا کریں ہر روز اسی طرح پڑھیں"۔ لفظ "شیرینی" اور "فاتحہ ہر روز" قابلِ یادداشت ہے"۔ یہی شاہ صاحب[۳] ہمعات میں فرماتے ہیں "اسی لیے مشایخ کے عرسوں کی پابندی اور ان کی قبور کی باقاعدہ زیارت اور ان کے لیے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا ہے"۔ یہی شاہ صاحب زبدۃ النصائح میں مندرجہ فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ "اگر ملیدہ اور کھیر بطور فاتحہ کسی بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں

---

در انفاس العارفین از والد خود شاں شاہ عبد الرحیم نقل کنند "می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ شود۔ قدرے نخود بریاں و قند سیاہ نیاز کردم الخ" در درثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن را چناں آوردند الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلتہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیئ اصنع بہ طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ ھذا الحمص مبتھجا بشاشا شاہ صاحب مذکور در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند "بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز می خواندہ باشند اھ" لفظ شرینی و فاتحہ ہر روز از یاد مرواد شاہ صاحب[۳] مسطور در ہمعات گویند ازانیجاست حفظ اعراس مشایخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں شاہ صاحب[۴] مزبور در فتوائے مندرجہ زبدۃ النصائح گویند اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح

ہے جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی نذر کا طعام مالداروں کو کھانا جائز نہیں اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیاء کو بھی کھانا جائز ہے۔" شاہ صاحب مرحوم انفاس العارفین میں رقمطراز ہیں کہ " والد گرامی قصبہ ڈالنسہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے ہوئے تھے رات کا وقت تھا اس وقت انہوں نے فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جاؤ ساتھی ٹھہر گئے حتی کہ سب لوگ چلے گئے اور دوست پریشان ہو گئے اتنے میں ایک عورت آئی اور شیرینی کا تھال اس کے سر پر تھا اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا شوہر آ جائے تو میں اسی وقت یہ طعام پکا کر مخدوم اللہ دیا کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی میرا شوہر اسی وقت آیا ہے میں نے نذر پوری کی میری آرزو تھی کہ اس جگہ کوئی موجود ہو تاکہ یہ طعام کھالے۔" مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت پیر و مرشد کی طرح مانتے ہیں، اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ درود و صدقات اور نذر ان کے نام رائج و معمول ہے جیسے کہ تمام اولیاء سے یہی معاملہ ہے۔" یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ہر ہر حرف مخالف پر تباہ کن بجلی ہے، یا ہلاکت آفریں آندھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور مخالفین سے پوچھنا چاہیے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طریقے کے مطابق تمام امت کو گمراہ و مشرک کہا ہے یا نہیں اور خود ایسے امور کی تجویز و تحسین ظاہر کر کے کافر ہوئے یا تمام امت اور شاہ عبد العزیز صاحب مشرک ہیں؟

---

ایشاں بزنند و بخورانند مضائقہ نیست جائز است وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن دراں جائز است۔ شاہ صاحب مرحوم ہم در انفاس العارفین نگارند حضرت ایشاں در قصبہ ڈالنسہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند وشب ہنگام بود دراں فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال یاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج وشیرینی بر سر و گفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آنجا باشد تا تناول کند مولانا شاہ عبد العزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ فرمایند حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را وابستہ بایشاں می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردید و چنانچہ با جمیع اولیاء ہمیں معاملہ است۔" ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش برسر مخالف برقے است خاطف یا ہیجے قاصف حرف حرف بخاطر باید برداشت واز مخالفاں پرسید کہ شاہ صاحب

مشرک ہوئے یا نہ۔ برتقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی جو آپ کا غلام غلام اور مرید مرید (سید احمد صاحب) ہے اور صراط مستقیم میں شاہ صاحب کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہے "جناب ہدایت مآب قدوۂ ارباب صدق وصفا، زبدۂ اصحاب فنا وبقا سید العلماء وسند الاولیاء حجۃ اللہ علی العٰلمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز"، معاذ اللہ کافر ومشرک کی ایسے عظمت وجلالت والے الفاظ سے تعریف کر کے اور حجت خدا ونائب انبیاء وغیرہ وغیرہ کا اعتقاد کر کے خود کافر مرتد ہوا یا کچھ کمی رہ گئی پھر تم جو اس کافر ومرتد کو امام وپیشوا سرور ومقتدا مرجع وماویٰ شمار کرتے ہو اور ہر مسئلہ اور ہر عقیدہ میں اس کے فرمان کی لکیر پر سر تسلیم رکھ کر اس کے قدم بہ قدم چلتے ہو اس لحاظ سے تمام کافر و بے دین مرتد ولعین ہوئے یا کچھ اور۔ بیّنوا توجرُوا!

پھر ہم مطلب کی طرف لوٹتے ہیں طائفہ حادثہ کے معلم ثالث مولوی خرم علی بلہوری نصیحۃ المسلمین میں کہتے ہیں۔ "حاضری حضرت عباس کی صحنک حضرت فاطمہ کی۔ گیارہویں عبد القادر جیلانی کی۔ مالیدہ شاہ مدار کا۔ سہمنی بوعلی قلندر کی توشہ شاہ عبد الحق کا اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ" ملحصًا خود امام الطائفہ تعزیر ذبیحہ میں نغمہ سرا ہیں کہ:

---

بطور شما جمیع امت راصراحۃ گمراہ ومشرک گفتند یا نہ وخود ایں چنیں امور را تجویز وتحسین نمودہ کافر ومشرک شدند یا نہ برتقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلام غلام ومرید مرید ایشان ست در صراط مستقیم بمدح ایشاں چناں تر زبان "جناب ہدایت مآب قدوۂ ارباب صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا وبقا سید العلماء سند الاولیاء حجۃ اللہ علی العٰلمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز" معاذ اللہ کافرے مشرکے را بچنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجت خدا ونائب انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر ومرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا ومرجع وماویٰ گرفتہ ودر ہر مسئلہ و عقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ آید ازیں رو ہمہ کافر وبے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ بینوا توجروا۔

باز بمطلب عنان تابیم مولوی خرم علی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادثہ در نصیحۃ المسلمین گوید "حاضری حضرت عباس کی صحنک حضرت فاطمہ کی۔ گیارہویں عبد القادر جیلانی کی۔ مالیدہ شاہ مدار کا سہمنی بوعلی قلندر کی توشہ شاہ عبد الحق کا اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ۔

"اگر کوئی شخص گھر میں بکری کی پرورش کرے تاکہ اس کا گوشت خوب ہو جائے اسے ذبح کرے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلا دے تو کچھ حرج نہیں ہے" "خوانده بخوانند" (فاتحہ پڑھ کر کھلادے) کے لفظ قابل غور ہیں اس لیے کہ بہت سے منکرین اس بات کو بھی بنائے انکار بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کھلانے اور قرآن مجید پڑھنے کو جمع کرنا جائز بھی ہو تب بھی کھانا کھلا کر پڑھنا چاہیے نہ کہ پڑھنے کے بعد کھلایا جائے اس لیے کہ یہ عبث اور باطل ہے اس باطل شبہے کا جواب کامل ہم "بارقہ شارقہ" میں دے چکے ہیں اسی طرح لفظ غوث الاعظم" بھی قابل یادداشت ہے اس لیے "تقویۃ الایمان" کے ایمان کے مطابق شرک ہے طرفہ یہ کہ جاہل متبعین فاتحہ کے کھانے کو حرام اور مردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کی گائے کے گوشت اور کھانے سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کا تقرب مقصود نہ ہو اور صاف کہہ رہا ہے کہ جس جانور کو اولیاء کی نذر کیا گیا ہو چاہے وہ لوگ کسی طرح کی حرام و قبیح نذریں بھی مانیں پھر بھی جانور کی حلت میں کلام نہیں ہے چہ جائیکہ جب اولیاء کی نذر بہتر طریقے پر ہو بالخصوص جب بغیر نذر فقط ایصال ثواب ہو اس لیے کہ اس جگہ جانور کے ذبح کرنے اور خون بہانے میں کچھ اثر نہیں صرف قرآن مجید کا پڑھنا اور طعام کا صدقہ کرنا درمیان میں آجاتا ہے تقریر مذکور[9] ہی لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص نذر مانے کہ میرا فلاں مقصد

---

ملخصًا۔ خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سرایدا "اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست" ایں لفظ خواندہ بخوراند، نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں راہم انکار سازند وگویند اگر ایں اجتماع اطعام و قرأت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خوانند نہ کہ خواندہ خوراند کہ عبث۔ باطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در بارقہ شارقہ یاد کردہ ایم ہم چناں ایں لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتنے کہ ایں بر ایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام و مردار دانند و امام الطائفہ طعام و گوشت گاو نذر اولیاء ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح لسوئے میت میت نباشد و پیدی می گوید کہ جانورے کہ نذر اولیاء کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام و قبیح ہم کنند تاہم در حلت جانورے سخنے نیست فکیف کنند ر اولیاء بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصال ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور و اراقت دم اثرے نبود در ہمیں قرأت قرآنے و تصدق طعامے بمیاں آید مگر در تقریر چساں می نگارد[9]۔ اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر

پورا ہو گیا تو اتنی نذر حضرت سید احمد کبیر کے نام کی دونگا اور اتنا کھانا ان کی نیاز کا لوگوں کو کھلاؤں گا اگر چہ اس نذر میں گفتگو ہے لیکن طعام حلال ہے گوشت کا بھی یہی حکم ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد دو سیر گوشت سید احمد کبیر کی نذر کے طور پر لوگوں کو کھلاؤں گا گوشت حلال ہے اور اگر کہے کہ گائے کا گوشت کھلاؤں گا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی ارادے سے گائے نذر کرے وہ بھی جائز ہے اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے جیسے نقد پیسے دیے جاتے ہیں جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے،، اسی تقریر میں ہے کہ اگر اسی طرح گذشتہ اولیاء قدس اللہ سرہم کی نذر دے تو جائز ہے فرق اتنا ہے کہ عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف انتقال کی وجہ سے نقد جنس اور طعام سے نفع حاصل نہیں کر سکتے بلکہ فقط اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح مطہرہ کو پہنچا دیتا ہے لہٰذا ان کے حالات حیات اور بعد از وفات برابر ہیں" پھر کہتے ہیں کہ "اگر نذر مانے کہ میری حاجت بر آئی تو دو سالہ پلی ہوئی گائے حضرت غوث الاعظم کی نیاز دوں گا تو اس کا حکم وہی ہے جو کھانے کا حکم ہے اگر نذر اچھے طریقے سے ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر قبیح ہے تو فعل حرام ہے اور حیوان حلال" گنتی میں غوث اعظم قطب مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارھویں کے برابر یہ گیارہ اقوال ہیں اور امام الطائفہ (مولوی اسمعیل) کے تین قول

---

بکنم و ایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را نجورانم اگر چہ دریں نذر گفتگو ست لیکن طعام حلال است وہم چنیں ست حکم گوشت۔ مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد آمدن حاجت خود خواہم خورا نید گوشت حلال است واگر بگوید کہ گوشت گاؤ خواہم خورانید نیز درست است واگر ہمیں قصد گاؤ نذر کند نیز رواست چرا کہ مقصودش گوشت است وہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقد می دہند رواست وگوشت آں حلال است" ہمدرالست اگر ہمیں طور نذر برائے اولیاء گذشتگاں قدس اللہ اسرارہم کند رواست ایں قدر فرق ست کہ بسبب انتقال از عالم دنیا بعالم برزخ منتفع بنقد وجنس وطعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالیٰ بارواح مطہرہ ایشاں میرساند پس احوال ایشاں درحالت حیات و بعد ممات برابر ست،، باز می گوید" اگر نذر کنند کہ بشرط بر آمدن حاجت خود گاؤ دو سالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد پس حکم ایں مثل حکم طعام ست اگر نذر بطریق حسن است، ہیچ خلل نہ واگر قبیح ست فعلش حرام است، وحیوان حلال" ایں یازدہ قول ست بعدد ایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم

اس سے پہلے گذر چکے ہیں دو شاہ عبدالعزیز صاحب سے عنقریب آئیں گے اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے ۔

رہا اوقات کا مقرر کرنا جیسے کہ لوگوں میں رائج ہے مثلاً تیجا ، چالیسواں ، سالانہ اور ششماہی اس کے متعلق میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے باطل شکنی کرتا ہوں کہ کسی کام کا وقت مقرر کرنا دو قسم ہے شرعی اور عادی ۔ شرعی[1] یہ کہ شریعتِ مطہرہ نے کسی کام کا وقت اس طرح مقرر کر دیا کہ دوسرے وقت میں بالکل نہ ہو سکے اور اگر ادا کیا جائے تو وہ شرعی عمل نہ ہو جیسے کہ قربانی کے خاص دن مقرر ہیں یا اس وقت سے تقدیم و تاخیر نا جائز ہو جیسے کہ اشہر الحرام (شوال ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے) حج کے احرام کے لیے (ان اوقات سے قبل گو احرام جائز ہے لیکن مکروہ ہے (طحاوی) یا جو ثواب اس وقت میں ہے دوسری جگہ نہیں ہوگا جیسے کہ عشاء کے لیے رات کا پہلا تہائی حصہ ۔ عادی[2] یہ کہ شریعت کی طرف سے عام اجازت ہے جب چاہیں ادا کریں لیکن کام کرنے کے لیے کوئی زمانہ ضرور ہونا چاہیے غیر معین زمانے میں کام کا ہونا عقلاً نا ممکن ہے اس لیے کہ وجود اور تعین لازم و ملزوم ہیں لہٰذا وقتِ معین کے بغیر چارہ نہیں اور یہ تمام معین اوقات عام اجازت کی بنا پر یکے بعد دیگرے صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک میں کام کر لیا جائے اگر ان میں سے کسی ایک وقت کو کسی مصلحت کی بنا پر اختیار کر لیا جائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ اس وقت کے علاوہ یہ کام صحیح نہیں یا

---

رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سہ از امام الطائفہ بالا گذشت و دو از شاہ عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید و باللہ التوفیق والہدیۃ الی سواء الطریق سخن گفتن ماند از تعیین اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم و چہلم و سر سال و شش ماہ اقول و بحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بر دو گونہ است شرعی و عادی؛ شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقت معین فرمودہ است کہ در غیر او اصلاً صورت نہ بندد و اگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند چوں ایام نحر مر اضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش ، ازاں وقت ناروا باشد چوں اشہر الحرام مر احرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ دریں ست در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را ۔ و عادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند اما حدث را از زمان ناگزیر ست و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود و تعیین متساوق ہمدگر است پس از تعیین چارہ نیست ایں ہم تعیینات بر بناء اطلاق علیٰ وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود از انہا یکے را بر بنا مصلحتے اختیار کنند بے آنکہ وقت معین را بنائے

حلال نہیں یا ثواب نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ ایسی تقیید سے مقید مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہیں ہوگا اور جو حکم مطلق کا ہوگا وہی اس کے تمام افراد کا ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص کی خصوصاً ممانعت نہ ہو۔ لہٰذا ایسی جگہ جواز کے قائل سے خصوصیت کے ثبوت کی دلیل نہیں مانگنی چاہیے بلکہ منع کرنے والے کو شریعت سے اس خاص کام کی ممانعت دکھانی چاہیے تعزیت کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کے متعلق طائفہ (منکرین) کے امام ثانوی مولوی اسحٰق صاحب کی عبارت آپ سن چکے ہیں اب اس طائفہ کے معلم اول اور امام معتمد کی سنیئے وہ رسالہ "بدعت" میں نغمہ سرا ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ کہ کسی حکم شرعی کا مطلق کی ذات سے تعلق ہو لہٰذا مطلق ذات کے لحاظ سے تمام خصوصی افراد میں اسی حکم کا تقاضا کرے گا اگرچہ بعض افراد میں عوارض خارجیہ کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہو جائے (یہاں تک کہ اس نے کہا کہ) خاص صورت کے حکم کی تحقیق میں جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ خاص صورت جس میں بحث ہے اس کا وہی حکم ہے جو مطلق کا حکم ہے اس نے اصل سے استدلال کیا ہے۔ اس لیے کہ وہ محتاج دلیل نہیں ہے اس کی دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس الخ۔ حضرت والد (مولانا نقی علی خان) قدس سرہ الماجد نے اس نفیس قاعدے کی بے نظیر تحقیق "اصول الرشاد" میں فرمائی ہے وہاں دیکھی جا سکتی ہے۔ ہم پھر مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں فاقول (میں کہتا ہوں) اگر

ف مطلق ثابت ہوجائے تو خصوصیت پر دلیل کی ضرورت نہیں

---

صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیدا است کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق برنیاید و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد تا الم برد منع من خصوص خصوصاً پس ہمچو جا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع برآرند عبارت معلم ثانی طائفہ در بارۂ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی و اینک معلم اول امام معوّل طائفہ در رسالۂ بدعت چناں نغمہ سرا طریق ثانی آنکہ بمطلق یا لنظر الی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماں حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد (الی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعویٰ جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبحوث عنہا، می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعویٰ خود حاجت بدلیلے نہ دارد دلیل او ہماں حکم مطلق ست و بس الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد ایں اصل منیف و قاعدۂ شریف را تحقیق بالغ و تنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ و ارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست من با دل سخن باز گردم فاقول باز اگر دریں وقت

اس وقت معین کو اختیار کرنے کا خود اسی میں کوئی مرجح پایا جاتا ہے تو بہتر ورنہ اگر یہ وقت دوسرے اوقات کی طرح ہی ہے تو فاعل کا ارادہ ہی اس کی ترجیح کے لیے کافی ہے جیسے کہ پیاسے کے سامنے پانی کے دو پیالے ہوں یا کسی آدمی کے سامنے دو راستے (ایک جیسے) ہوں (جسے چاہے اختیار کر لے) بصورت اول (اگر خود وقت میں کوئی مرجح ہو) مصلحت واضح ہے بصورت ثانی تعیین کا کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ اس کام کی یاد دہانی ہو جاتی ہے نیز وہ کام معرض تاخیر و التواء میں واقع نہیں ہوتا۔ ہر عقل مند بخوبی محسوس کرتا ہے کہ جب کسی کام کا وقت مقرر کر دیا جائے تو اس وقت کے آنے سے وہ کام یاد آجاتا ہے۔ ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کام رہ ہی جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل ذکر و شغل اور عابد عبادت۔ اذکار اور اشغال کے اوقات مقرر کرتے ہیں کوئی صبح کی نماز سے پہلے سو بار کلمہ طیبہ لازماً پڑھتا ہے تو کوئی عشاء کے بعد سو مرتبہ ضرور درود پاک پڑھتا ہے اگر اس تعیین کو تعیین شرعی نہ مانا جائے تو ہرگز شریعت کی طرف سے عتاب نہ ہوگا۔ جان برادر! اگر تو اس طائفہ کے اکابر و عمائد کی تصانیف مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف "القول الجمیل" اور امام الطائفہ کی صراطِ مستقیم وغیرہ کی طرف ہی رجوع کرے تو تجھے کئی ایسے تعینات کا پتہ چلے گا جن کا التزام کیا جاتا ہے مگر ان میں تعیین شرعی نہیں پائی جاتی صرف تعینات کا ہوتا تو

---

معین مرجح حامل بر اختیارش فی نفسہٖ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام تساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسند است چنانکہ در دو جام تشنہ و دو راہ راہرے مشاہدہ کنی علی الاوّل مصلحت عیان است و علی الثانی کم نہ ازاں کہ ایں تعیین باعث تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں ملتزم کارے را وقتے معین نہد آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود از ہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین و شاغلین و عابدین مر ذکر و شغل و عبادت را یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نماز عشاء صد بار درود و اگر ایں توقیت را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی نہ دانند زنہار از شرع معاتب نشوند۔ جان برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ و صراطِ مستقیم امام الطائفہ و غیرہما کتب ایں فن کہ اکابر و عمائد طائفہ تصنیف کردہ اندر رجوع آرے چیز ہا ازیں تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از توقیت شرعی نشانے نہ دارد ہیئات خود از تعیین ایام و اوقات چہ گوئی آنجا تو دہا ست از اعمال و اشغال و طرق و ہیات محدثہ و مخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا اثرے و خبرے پیدا

دور کی بات ہے تعین ایام، واوقات کی بھی کیا پوچھتے ہو وہاں تو ایسے نو پید اعمال، اشغال طریقوں اور ہیات کے انبار لگے ہوئے ہیں جن کا نام ونشان تک قرون سالفہ میں نہیں۔ خود انہیں ان کے جدید اور نو پید ہونے کا اعتراف ہے شاہ ولی اللہ صاحب "القول الجمیل" میں کہتے ہیں صحبتنا وتعلمنا الاداب الطریقۃ متصلتہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الاداب ولا تلک الاشغال مولوی خرمعلے اس عبارت کے ترجمہ میں کہتے ہیں "ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں۔" اھ ملخصاً۔ نیز القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل، میں کہتے ہیں "حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیۂ ہوئے الخ اسی میں شاہ عبد العزیز صاحب سے بیان کرتے ہیں۔ مولانا حاشیے فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسیات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ پھر مولوی خرمعلے خود کہتے ہیں۔ یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیۂ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صراط مستقیم میں

---

نبود وانیاں را باحداث وابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ در قول الجمیل گویند صحبتنا وتعلمنا الاداب الطریقہ متصلۃ الیٰ رسول اللہ صلی اللہ وسلم وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلک الاشغال مولوی خرمعلے در ترجمہ ایں عبارت گفت "ہماری صحبت وطریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں اھ ملخصاً ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔ حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال۔ مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیۂ ہوئے الخ ہمدراں از شاہ عبد العزیز صاحب آزاد مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ باز خود می گوید "یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیۂ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں۔" امام الطائفہ در صراط مستقیم سراید۔

کہتے ہیں" محققین اکابر طریقت نے تجدید اشغال میں بہت کوششیں کی ہیں اس لیے بہتر معلوم ہوا اور وقت نے تقاضا کیا کہ ایک کتاب نئے اشغال کے بیان کے لیے جو اس وقت کے مناسب ہیں لکھی جائے اور اشغال کی تجدید کی جائے" اھ ملخصاً۔ اور اپنے پیر کے متعلق کہتے ہیں (سید احمد صاحب نے) طریقہ چشتیہ کی تعلیم و تلقین کے لیے بازوئے ہمت کھولا اور ان اشغال کی تجدید کی جن پر یہ مبارک کتاب مشتمل ہے سبحان اللہ ان لوگوں نے تمہارے قاعدے کے مطابق دین میں نئی چیز پیدا کی اور یقیناً ایسی چیزیں پیش کیں جن کا اثر تک زمانہ سابقہ میں نہ تھا مگر گمراہ اور بدعتی نہ ہوئے بلکہ اسی طرح امام، مقتداء، عرفاء اور علماء رہے دوسرے علماء نے صرف یہ جرم کیا کہ چند پسندیدہ اور ثابت فی الشرع امور کو جمع کیا اور جن اوقات میں ان کا کرنا جائز تھا ان میں سے بعض کو معین کر دیا معاذ اللہ وہ اسی سے گمراہ اور بدعتی ہو گئے خدارا انصاف کیجیے (ایں گنا ہست کہ در شہر شمانیز کنند) اس لیے بے جا سینہ زوری کو کیا کہا جائے شاید شریعت تمہارے گھر کی ہے کہ جس طرف چاہا پھیر دیا۔ اے طالب حق تو انہیں حد سے تجاوز اور سرکشی میں ہی رہنے دے اور آثار و احادیث کی طرف متوجہ ہو تاکہ ہم تمہیں کچھ تعینات عادیہ دکھائیں۔ اسی قسم میں سے ہے وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی زیارت کے لیے آخر سال کو مقرر فرمایا۔

---

محققان از اکابر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید و وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ تجدید اشغال نمودہ شود اھ ملخصاً و در حال پیر خود گوید" در تلقین و تعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشادند و تجدید اشغالے کرد ایں کتاب مستطاب برآں محتوی گردید فرمودند" سبحان اللہ ایناں کہ بر اصل شما صراحۃ احداث فی الدین کردند و قطعاً چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ از آنہا خبرے نداشتند ضال و مبتدع نباشند بلکہ ہمچناں امام و مقتداء و عرفاء و علماء مانند دیگراں برہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع وقتے معین گرفتند معاذ اللہ گمراہ و بدعتی شوند۔ للہ انصاف ایں تحکم بے جا را چہ گفتہ آید۔ مگر شریعت کارے خانگی شما ست کہ ہرچوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہاں وہاں ایطالب حق ایناں را در طغیان و عدوان ایناں بگذار و روئے با آثار و احادیث آرتا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خواہم ازیں قبیل است آنچہ در حدیث آمد کہ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارت شہداء احد را سرسال مقرر فرمودند

جیساکہ عنقریب آئے گا اور مسجد قبا تشریف آوری کے لیے ہفتے کا دن مقرر فرمایا جیساکہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے اور شکر رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لیے پیر کا دن مقرر فرمایا۔ جیساکہ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کے لیے صبح و شام کا وقت جیساکہ صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ہے اور سفر جہاد کے لیے جمعرات کا دن جیساکہ بخاری شریف میں بروایت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور طلب علم کے لیے دوشنبہ کا دن جیساکہ ابوالشیخ ابن حیان اور دیلمی کے نزدیک بروایت ابن مالک سند صالح سے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر فرمایا جیساکہ صحیح بخاری میں بروایت ابی وائل اور علماء سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں جیساکہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی کتاب تعلیم المتعلم میں ہے انہیں امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اپنے استاذ سے روایت کیا اور کہا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کرتے تھے صاحب تنزیہ الشریعۃ نے فرمایا اسی طرح اہل علم کرتے تھے یہ سب توقیت عادی کی مثالیں ہیں حاشا و کلا کہ سید السادات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی مراد یہ ہو کہ سوائے انتہائے

---

کما سیأتی و آمدن مسجد قبا را روز شنبہ کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و روزہ شکر رسالت دوشنبہ کما فی الصحیح مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ و با صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاورۂ دینی را صبح و شام کما فی صحیح البخاری عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ عنہا و انشائے سفر جہاد را پنجشنبہ کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ و طلب علم را دوشنبہ کما عند ابی الشیخ ابن حیان و الدیلمی بسند صالح عن ابن مالک رضی اللہ عنہ و عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تذکیر را روز پنج شنبہ کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل و علماء بدایت درس را روز چہار شنبہ کما فی تعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام الزرنوجی حکایت کردش از استاد خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ و گفت ہکذا کان یفعل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب تنزیہ الشریعۃ فرمود و کذا کان جماعۃ من اہل العلم ایں ہمہ ہا از باب توقیت عادی است حاشا کہ مر سید الاسیاد علیہ افضل الصلاۃ من الملک الجواد آں باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیمے کہ ایں روز بر بندہ نوازی، وامت پروری و تشریف مزارات شہدائے

سال کے نہ زیارت نہیں ہوتی یا نا جائز ہے یا بندہ نوازی امت پروری اور اقدام مبارکہ سے شہدائے کرام کے مزارات کو شرف بخشنے سے جو اجر عظیم سرور عالم سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا جاتا ہے۔ دوسرے وقت میں نہیں عطا ہوگا۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہفتے کے علاوہ تقریر ہی نہ ہوگی یا ناجائز ہے یا دوسرے دن یہ ثواب نہ ملے گا یا شریعت مطہرہ نے یہ تعیین فرمائی ہے حاشا وکلا ہرگز یہ مقصد نہ تھا بلکہ آپ نے اس عادت کو اپنے اوپر لازم کیا تھا کہ ہر ہفتے میں مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائیں اور دن معین کرنے سے طالبانِ خیر کا جمع ہونا آسان ہوگا باقی امور میں بھی تعیین اسی طرح ہے ان میں سے بعض میں الگ مرجح موجود ہے جیسے پیر کے دن آپ کا مبعوث ہونا اور علم نبوت کا حاصل ہونا اور جمعرات کی صبح کا خیر و برکت والی ہونا اور بدھ کے دن ابتدا کرنے سے تکمیل کی توقع ہونا۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو چیز بدھ کے دن شروع کی جائے وہ مکمل ہو کر رہتی ہے بعض دیگر امور میں صرف ترجیح ارادی ہوتی ہے کہ اس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی والی مصلحت ضرور ہے تیجے، چالیسویں ششماہی اور انتہائے سال کی تعیین عادی تعیین ہی کی قسم ہے بعض میں کچھ مصلحت خاص ہوتی ہے اور بعض میں یاددہانی اور آسانی کے پیشِ نظر معین کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اصطلاح میں کسے اعتراض ہو سکتا ہے

---

کرام تبراب اقدام برکت نظام نصیب آں شاہ عالم پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کنند دیگر نہ کنند ہم چناں مقصود ابن مسعود آں نہ بود کہ جز بروز شنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر ایں تعیین نمود۔ حاش للہ بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلمانان پردازد و تعیین یوم طالبانِ خیر را بآسانی جمع و فراہم سازد ہمبریں قیاس در امور باقیہ آری در بعضے ازآنہا مرجحے جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع بعثت وحصولِ علم نبوت در روز دوشنبہ وعظیم برکت در بکور پنجشنبہ ورجائے اتمام در بدایت چارشنبہ کہ حدیثے ذکر کنند مامن شیئ بدیٔ یوم الاربعاء الاتم و در بعضے دیگر ہمیں ترجیح ارادی ست کہ مصلحت در وے کم از تذکیر و تیسر نیست ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم و چہلم و ششماہی و سر سال کہ بعضے مصلحتے خاص دارد و بعض آخر بقصد آسانی و یاددہانی معتاد و معہود گردید ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ اینجا کلام مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ راعم نسب و پدر علم وجد طریقت بود زرشنیدن دارد۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق

اس جگہ امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کے نسب میں چچا علم میں باپ اور طریقت میں دادا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی کلام سننے سے تعلق رکھتی ہے تفسیر عزیزی میں آیۂ مبارکہ والقمر اذا اتسق کے تحت فرماتے ہیں حدیث میں وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کی طرح ہے جو کسی فریادرس کا منتظر رہتا ہے اس وقت میں دعائیں، صدقے اور فاتحہ بہت مفید ہیں اسی وجہ سے لوگ ایک سال تک خصوصًا مرنے کے بعد چالیس دن تک اسی قسم کی امداد پوری کوشش کرتے ہیں۔“ کمال یہ کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیران عظام اور آباء کے عرس پورے اہتمام سے کرتے تھے اور ان کے سامنے نیک لوگوں کی قبروں پر لوگ آپ کی تجویز و تائید سے جمع ہوتے فاتحہ خوانی کرتے اور طعام و شیرینی تقسیم کرتے جیسا کہ عام سجادہ نشینوں میں جاری ہے مفتی عبد الحکیم پنجابی نے شاہ صاحب پر وہی بے بنیاد اعتراضات کیے جو حضرات منکرین کرتے ہیں اور شاہ صاحب پر زبان طعن و تشنیع دراز کی اور لکھا وہ لوگ جن کے افعال ان کے اقوال کے مطابق نہیں وہ اپنے بزرگوں کے عرس کو اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال قبر پر جمع ہوتے ہیں اور وہاں طعام و شیرینی تقسیم کرکے قبروں کو پرستش کردہ شدہ بت بنادیتے ہیں اھ ملخصًا۔ شاہ صاحب رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں اس طعن کا

---

فرمود وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے ست کہ انتظار فریادرسی می برد و صدقات و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید و ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند اھ۔ ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران و پدران خود شاں باہتمام تمام بجامی آوردند و پیش ایشاں بر قبور درویشاں اجتماع مردم و فاتحہ خوانی و تقسیم طعام و شیرینی بتجویز و تقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری و ساری ست مفتی عبد الحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بہماں شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند بر شاہ صاحب زبان مطاعن و مثالب کشودہ رقم نمود کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شاں نیستندی۔ عرس بزرگان خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی درانجا تقسیم نمودہ مقابر را اوثنا یعبد میکنند اھ“ ملخصًا شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہٗ

جواب فرماتے ہیں قولہ عرس بزرگان خود الخ یہ طعن اس شخص کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے جس پر طعن کیا گیا ہے اس لیے کہ کوئی شخص بھی مقررہ فرائض شرعیہ کے علاوہ کسی چیز کو فرض نہیں جانتا ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت ان سے تبرک حاصل کرنا ثواب اور تلاوتِ قرآن کے ہدیہ سے ان کی امداد کرکے دعاءِ خیر کرنا اور طعام و شیرینی تقسیم کرنا بہتر اور خوب ہے۔ علماء کے اتفاق سے اور عرس کے دن کو اس لیے معین کیا جاتا ہے کہ وہ دن ان حضرات کے دنیا سے آخرت کی طرف انتقال کی یاد دہانی کرتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ عمل واقع ہو ذریعۂ نجات و کامیابی ہے بعد والوں پر لازم ہے کہ اپنے سلف پر اس طرح کے احسان کریں پھر انتہائے سال کی تعیین اور اس کے التزام پر شاہ صاحب نے حدیث شریف سے دلیل پیش کی کہ ابن منذر اور ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لے جاتے جب پہاڑ کے درے پر پہنچتے تو شہداء کی قبر پر سلام کہتے اور فرماتے تم پر تمہارے صبر کی وجہ سے سلامتی ہو دارِ آخرت کیا ہی اچھا ہے۔ اور امام ابن جریر نے اپنی

---

عرسِ بزرگان خود آہ ایں طعن مبنی ست بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائضِ شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدائے ثواب و تلاوتِ قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آن ست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است و خلف را لازم ست کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید بار تعین سر سال و التزامش را سند از احادیث آوردند کہ ابن المنذر و ابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردند ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یأتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال باحد تشریف ارزانی میداشت چوں بر درۂ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام میکرد و میفرمود سلام با د بشما بہ شکیبائی شما پس چہ نیکو ست سرائے آخرت و امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن

تفسیر میں محمد بن ابراہیم سے روایت کی انہوں نے کہا "کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان" یعنی سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں شہداء کے مزارات پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سلامٌ علیکم الآیہ۔ آپ کے بعد حضرت صدیق وفاروق اور ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی طرح کرتے تھے اور تفسیر کبیر میں ہے عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشہداء راٴس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعہ ھکذا یفعلون" یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں مزارات شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور آیت مذکورہ پڑھتے اسی طرح حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کرتے تھے الحاصل حق یہ ہے کہ تخصیصات مذکورہ (تیجا چالیسواں) تمام تعیناتِ عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن وملامت نہیں ہیں صرف اتنی بات کو حرام وبدعت کہنا واضح جہالت اور خطائے فاش ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی مرحوم نے اپنے فتوٰی میں کیا خوب انصاف کی بات کہی ہے اس کی عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے "سوال بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص جیسے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا اور عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ میں توشہ

---

ابراہیم روایت نمود وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول سلم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان۔ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر ہر سال برخاک شہداء قدم رنجہ میفرمود ومی گفت سلام علیکم الآیہ بعدہٗ حضرت صدیق وفاروق وذی النورین نیز ہمچناں می کردند رضی اللہ تعالیٰ عنہم ودر تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعہ ہکذا یفعلون یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بر مزار شہداء می آمد وآیہ مذکورہ می خواند وہمچناں حضرت خلفاء اربعہ میکردند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن وملامت نیست ایں قدر را حرام وبدعت شنیعہ گفتن جہلے ست صریح وخطائے قبیح شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند "سوال، تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل، کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتوشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذلک وہمچناں تخصیص خورندگان

اسی طرح کھانے والوں کی تخصیص کا کیا حکم ہے۔ جواب: فاتحہ وطعام بلاشبہ مستحسن ہے تخصیص، مخصص کا اختیاری فعل ہے جو منع کرنے کا باعث نہیں بن سکتا یہ تخصیصات عرفیہ اور عادیہ ہیں جو خاص مصلحتوں اور مخفی مناسبتوں کی بنا پر ابتداءً ظاہر ہوئیں، اور رفتہ رفتہ عام ہوگئیں الخ میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں کوئی بھی دینی مصلحت نہ ہوتی تاہم مصلحت کے نہ ہونے کو خرابی کا ہونا لازم نہیں تاکہ اس کام کا انکار کیا جاسکے ورنہ مباح کہاں جائے گا امام احمد نے مسند میں سند حسن سے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وصیام السبت لا لک ولا علیک ہفتے کے دن کا روزہ نہ تیرے لیے اور نہ تجھ پر علماء نے اس کی شروح میں فرمایا لا لک فیہ مزید ثواب ولا علیک فیہ ملام ولا عتاب نہ تیرے لیے اس میں زیادتی ثواب ہے اور نہ تجھ پر اس میں ملامت و عتاب ہے واضح ہوگیا کہ اگر کسی مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں (ہمارا بھی) یہی مقصد ہے ہاں ہر وہ عام آدمی (خاص آدمی صاحب علم ایسا گمان رکھے گا ہی نہیں) کہ اس تعیین عادی کو تعیین شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان دنوں کے علاوہ ایصال ثواب ہو ہی نہیں سکتا یا جائز نہیں یا ان دنوں میں ثواب زیادہ ہے تو وہ غلط کار جاہل ہے اور اس گمان میں جھوٹا اور خطا وار ہے لیکن صرف اتنا گمان معاذ اللہ اصل ایمان میں خلل پیدا نہیں کرتا اور نہ ہی قطعی عذاب

---

چہ حکم دارد جواب:۔ فاتحہ وطعام بلاشبہ از مستحسنات ست و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار او ست کہ باعث منع نمی تواند شد ایں تخصیصات از قسم عرف عادت اند کہ مصالح خاصہ ومناسبت خفیہ ابتداءً بظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ اقول بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدم مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار ایں کار شود ورنہ مباح کجا رود امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی است حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود "وصیام السبت لا لک ولا علیک" روزہ ہائے روز شنبہ نہ مر تراست نہ بر تو علماء در شرحش فرمایند "لا لک فیہ مزید ثواب ولا علیک فیہ ملام ولا عتاب" نہ ترا او روے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے و عتابے۔ روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نیاید مضر ہم نباشد وہو المراد آرے ہر عامی کہ ایں تعین عادی را توقیت شرعی داند و گمان برد کہ ایصال ثواب در غیر ایں ایام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب ایں ایام از ایام دیگر اتم ست و وافر بلاشبہ غلط کار و جاہل و دریں گمان خاطی و مبطل ست اما ایں قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذاب قطعی و وعید حتمی گردد

اور یقینی وعید کا موجب ہے جیسے کہ امام الطائفہ تقویت الایمان میں اعتقاد رکھتا ہے اور اس کی یہ کھلم کھلا جہالت اس عام آدمی کی جہالت سے بدرجہا بدتر ہے اس جاہل کا گمان جہالت و حماقت سے زائد نہیں مگر تقویت الایمان) کا فیصلہ پرلے درجے کی گمراہی اور اعتزال ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید اس جگہ بھی بے دقوفی کم عقلی اور خرد کی کمی میں امام الطائفہ کا حصہ ظاہر ہے انہیں یہ گذارش کی جائے گی کہ صاحب علم جاہل کی طرح نہیں ہوتا (عالم کی غلطی زیادہ قبیح ہوتی ہے) اسی طرح عوام جہلاء نے ایصالِ ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھلاوا۔ چرچا اور تفاخر مال داروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا ایسے ہی تیجے میں ایک جماعت ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے اور تمام لوگ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں اور قرآنِ مجید سننے کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں یہ تمام باتیں ممنوع مکروہ اور ناروا ہیں علماء کو چاہیے کہ زائد خرابیوں پر لوگوں کو تنبیہہ کریں نہ کہ زبان کی تیزی اور روانی کے سہارے سے اصل کام ہی کو ختم کر دیں جیسے کہ اکثر عوام نماز میں خصوصاً نوافل جنہیں وہ تنہا ادا کرتے ہیں ارکانِ نماز کو آہستہ آہستہ ادا کرنے اور دیگر ممنوعات کے عادی بن جاتے ہیں اس بناء پر انہیں نماز ہی سے نہ روکا جائے گا بلکہ ان ناپسندیدہ عادات سے روکنا اور ڈرانا چاہیے اور نماز ادا کرنے کا شوق و رغبت دلانا چاہیے یہ مختصر تقریر اور قول فیصل مخالفین کے خواص اور اس طرف کے

---

چنانکہ امام الطائفہ در تقویت الایمان اعتقاد دارد وایں جہالت فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بدتر ست آں از جہلے وجزافے بیش نیست وایں ضلال بعید و اعتزال شدید ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید اینجا نیز حصہ امام الطائفہ در سفہ و سخافت و حمق جزافت پیدا است یقال لہم لیس من یعلم کمن لا یعلم ہمچناں آنچہ عوام جہلہ در باب ایصالِ ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اندر مثلاً ریا و سمعہ و تفاخر جمع اغنیاء و منع فقراء و آنکہ در سوم جماعتی یکجا نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند و فریضہ استماع از دست دہند ایں ہمہ ممنوع و محظور و مکروہ محذور ست علماء را باید کہ بر مفاسد زائد سرزنش کنند نہ آں کہ باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار را برہم زنند چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات عدیدہ خو کردہ اند ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر و ترہیب می باید کرد و برادائے نماز تحریص و ترغیب اینست سخن مجمل و قول فیصل کہ خواص آنسو و بعض عوام ایں سو ہر دو را گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق ایں است و از حق نشاید۔

بعض عوام دونوں کو ناگوار ہو گا لیکن کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق سے راہِ فرار نہیں اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی ہدایت فرمانے والا ہے وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

---

گزشت۔ واللہ الهادی الی سبیل الرشاد والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد و آلہ وصحبہ الامجاد واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

کـــــتبــــہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

---

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کر کے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو لِلّٰہ بخشا ان روحوں میں تقسیم ہو جاوے گا؟ یعنی فی رُوح دو پارے پہنچیں گے یا فی رُوح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں۔ دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے؟

## الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا ردالمحتار میں ہے سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاہل المقبرۃ الفاتحۃ ہل یقسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وہو اللائق بسعۃ الفضل۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاویٰ فقیر میں ہے نتیجہ ملنا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا اور رحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔ آدمی کو اللہ تعالیٰ کے کام میں اللہ کی نیت چاہیئے دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے دعا کرے کہ الٰہی جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین ومسلمات کو پہنچائے مسلک متقسط میں ہے یقرأ ما تیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا اوثلاثا ثم یقول اللہم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلان اوالیہم۔ محیط وتتارخانیہ وشامی میں ہے۔ الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۲۰۶)

# اتیان الارواح لدیارهم بعد الرواح

۱۳۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے روح انسان کی جسم سے پرواز کرتی ہے بعد اس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ۔ ہوتی ہے یا نہیں اور کون کون دن روح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے اور اگر آتی ہے تو منکر اس کا گنہ گار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:-**

خاتم المحدثین شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارت القبور میں فرماتے ہیں "مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم ہفت روز تصدق از میت نفع می کند اورا بے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است دراں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از، علماء گفتہ اند کہ نمیرسد میت را مگر صدقہ ودعا ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ واللہ اعلم۔[1] شیخ الاسلام کشف الغطاء عما لزم للموتیٰ علی الاحیاء فصل ہشتم میں فرماتے ہیں۔ در غرائب[2] و خزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می خانہائے خود را ہر شب جمعہ وروز عید وروز عاشورہ وشب براۃ پس ایستادہ میشوند بیرون خانہائے خود

---

[1] میت کے اس جہان سے جانے کے بعد مستحب ہے کہ اس کی طرف سے سات دن تک صدقہ دیا جائے علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ صدقہ میت کی طرف سے دینا فائدہ مند ہے اس کے متعلق صحیح احادیث وارد ہیں خصوصاً پانی کے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ میت کی طرف صدقہ ودعا کا ثواب پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے خویش واقارب صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔ [2] غرائب اور خزانہ میں ہے کہ مومنوں کی روحیں ہر جمعہ کی رات کو عید اور عاشورہ کے دن اور شب برات اپنے گھر آتی ہیں اور دروازے سے باہر کھڑی ہو کر غم واندوہ کے لہجے میں بلند آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو اے میرے بچو اور اے عزیز و مجھ پر صدقے کے ذریعے مہربانی کرو۔ ۱۲۔

دندامی کند ہر یکے باآواز بلند اندوہ گین اے اہل و اولادِ من و نزدیکان من مہربانی کنید بر ما بصدقہ "۔ اسی میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در شرح الصدور احادیث شتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست ۔ اکثرے کا لفظ صریح دلالت کر رہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں تو صاحب مأتہ مسائل کا مطلقاً ان کی طرف ضعف کی نسبت کرنا کہ "ایں روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند" کذب وافترا ہے ۔ یا جہل و اجتراء اور استناد[۲] کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب مأتہ مسائل سے یہاں واقع ہوا جہل شدید و سفہ بعید ہے حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے غیر عقائد و احکام حلال و حرام میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے ۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ و جمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے ۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنیٰ طلبہ علم پر بھی روشن ہیں اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بین اور مبرہن ہے ولکن الوہابیۃ قوم یجہلون طرفہ یہ کہ خود صاحب مأتہ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں، اور بزرگان خاندانِ دہلی جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ روایات غیر صحاح و روایات طبقہ اربعہ اور ان سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے جیسا کہ ان کتب کے ادنیٰ مطالعہ سے واضح و مبین ہے ولکن النجدیۃ یجحدون الحق وھم یعلمون امام اجل عبد اللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی وہذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر و سجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویفسح فیہا ۔ بے شک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا ابوبکر کی روایت یوں ہے فاذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث شاء جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید

---

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں ان میں سے اکثر اوقات کے متعلق مختلف حدیثیں نقل کی ہیں اگرچہ اکثر ضعف سے خالی نہیں ۱۲۔ [۲] یعنی یہ کہنا کہ حدیث مرفوع متصل السند ہی سے استدلال ہو سکتا ہے اور صحیح حدیثیں صرف صحاح ستہ ہی میں ہیں نادانی ہے ۱۲۔

بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کر دتو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا کہا کیا زندے اور مُردے بھی ملتے ہیں کہا: نعم اما المؤمنون فان ارواحھم فی الجنہ وھی تذھب حیث شاءت بے شک مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں انہیں اختیار رہتا ہے جہاں چاہیں جائیں ابن مبارک کتاب الزہد وابوبکر ابن ابی الدنیا وابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین بے شک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں اور کافر کی رُوح سجین میں مقید ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی قال بلغنی ان ارواح المؤمنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں رجح ابن عبد البر ان ارواح الشھداء فی الجنہ وارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت امام ابوعمر عبدالبر نے فرمایا راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور (میدان) پر جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت بے شک جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے قاضی ثناء اللہ (پانی پتی) بھی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں[1] ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند" خزانۃ الروایات میں ہے: عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر وافجاء والی مقابرھم ثم جاءوا فی بیوتھم بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتی ہیں پھیلتی ہیں پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں، دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاویٰ امام نسفی سے ہے ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی و یا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا الخ بے شک مسلمانوں کی روحیں ہر روز شب جمعہ اپنے گھر آتی اور

---

[1] اولیاء کی روحیں زمین آسمان اور بہشت میں سے جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں ۱۲۔

دروازے کے پاس کھڑے ہوکر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھروالو اے میرے بچو اے میرے عزیزو ہم پر صدقہ سے مہر کرو ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مأۃ مسائل میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا کان یوم عید او یوم عاشورا او لیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا الحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ، یا عاشورے کا دن یا شبِ برات ہوتی ہے اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے حلال وحرام کا ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتی ہیں نہ کہ اس قدر کثیر ووافر۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء زیر ثنائے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لم اجدہ فی شیٔ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سنداً لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۰ یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اسے ایک حدیث طویل میں بے سند ذکر کیا ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں، باقی رہا ضلال حال کے شیخ[1] الضلال گنگوہی کا براہین قاطعہ میں زعم باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا یعنی اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم کی بھی صحیح وصریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی ان کے دھرم میں مردود ہونگی کہ ان روایات میں عمل نہیں ہے بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کر لیے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براہین[2] قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد پر یہی اعجوبہ اضحوکہ طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ کیا ہے سخت جہالت فاحشہ ہے۔ مزین وملمع

---

[1] مولوی رشید احمد گنگوہی جن کے اقوال براہین قاطعہ کی صورت میں جمع کیے گئے۔ ۱۲۔ [2] یعنی براہین قاطعہ میں منبع علم صرف اس بات پر صرف کر دیا کہ ان روایات میں عمل کی بات نہیں بلکہ عقیدے کا تذکرہ ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ عمل موضوع سخن ہے تو صرف عمل کی بات ہوگی نہ کہ فضائل اعمال کی حتیٰ کہ متواتر اور مشہور کے علاوہ کسی حدیث کو تسلیم کر لیا جائے۔

اقول۔ اگر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو اگرچہ اسے نفیاً و اثباتاً کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہو نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو سب باب عقائد میں داخل ٹھہرے جس میں احادیث بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں تو اولاً سیر و مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤ خورد ہو جائیں حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول سیرت انسان العیون میں ہے لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوہا تساہلنا اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ملاحظہ ہو یہی دیکھیے رثائے مذکور امیر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا۔ وہ بھی باب علم سے ہے جس میں امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی ثانیاً علم رجال مردہ ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے نہ عمل و فضل عمل اور غیر قطعیات سب باطل و مہمل۔ ثالثاً دو تہائی سے زائد بخاری و مسلم کی حدیثیں محض باطل و مردود قرار پائیں۔ رابعاً عقائد و اعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ضائع جائے کہ احکام حلال و حرام میں کیا اعتقاد و حلّت و حرمت نہیں لگا ہوا ہے اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لیے بخاری و مسلم کی حدیثیں مردود اور جب حلال و حرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں اس سے کیوں بچیں۔ خامساً بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ اس میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سنیہ خود مقبول مانتا ہے ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر یہ ثواب جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ سادساً اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی۔ انہوں نے بخاری و مسلم بھی مردود کر دیں۔ جب تک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے ع قدم عشق پیشتر بہتر۔ سابعاً ختم الٰہی کا ثمرہ دیکھیے اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں

---

ل یعنی اگر ہر قول کے لیے خبر مشہور یا متواتر ہی درکار ہو اس کے علاوہ بخاری و مسلم کی روایت بھی مسلم نہ ہو چاہے وہ قول عقائد سے متعلق ہو یا فضائل اعمال سے خواہ اس کے مثبت و منکر کسی کو بھی گمراہ نہ کہا جا سکے تو اس پر سات اعتراضات ہوں گے اس سے بعد ملاحظہ ہوں ۱۲ ؎ مخفی نہ رہے کہ سیر صحیح اور سقیم ضعیف مرسل منقطع اور معضل پر مشتمل ہوتی ہیں نہ کہ موضوع پر امام احمد اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ جب ہم حلال و حرام کے متعلق روایت کرتے ہیں تو ہم شدت اختیار کرتے ہیں اور جب ہم فضائل کے متعلق روایت کرتے ہیں تو نرمی اختیار کرتے ہیں ۱۲۔ ۱۔

فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ
براہین قاطعہ ص ۵۱
صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعتِ علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں اور وہیں وہیں
اوسی منہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض ایک بے اصل و بے سند حکایت سے سند لایا کہ
شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں حالانکہ حضرت شیخ قدس نے اسے ہرگز روایت نہ کیا
بلکہ اعتراضاً ذکر کرکے صاف فرما دیا تھا کہ "ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است"، غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص
فضائل کے لیے بے اصل و بے سند و بے سروپا حکایت مقبول و محمود اور پھر دعویٰ ایمان و امانت و دین و دیانت
بدستور موجود انا للہ وانا الیہ راجعون کذٰلک یطبع اللہ علیٰ قلب کل متکبر جبار۔ بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے
نہ باب احکام حلال و حرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہیے اس کے لیے اتنی سندیں کافی و وافی۔ منکر اگر صرف انکار یقین
کرے یعنی اس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے اور عام مسائل سیر و مغازی و اخبار و فضائل ایسے ہی ہوتے ہیں اس کے
باعث وہ مردود نہیں قرار پا سکتے اور اگر دعوائے نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم و ثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا
کذاب ہے، بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ کہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم
ادعائے عدم محض تحکم و ستم آنے کے بارے میں تو اتنی کتب و علماء کی عبارات اتنی روایات
ہیں بھی نفی و انکار کے لیے کون سی روایت ہے کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل و غلط ہے تو ادعائے
بے دلیل محض باطل و ذلیل۔ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ صرف بربنائے ضعف مردود
اور اپنی طرف روایت کا نام نہ نشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ روحوں کا آنا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاً و
اثباتاً اسی باب سے ہوگا اور دعویٰ نفی کے لیے بھی دلیل قطعی یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی
مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجتِ دلیل مفقود۔ ولکن الوہابیۃ لایعقلون ولاحول
ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ
تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ فقط۔

---

کتبہ: عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں